سوانح قاسمی ١٣٧٣ھ

یعنی سیرت شمس الاسلام

سیدنا الامام الکبیر حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی قدس اللہ سرہ

جلد سوم ٣

مؤلفہ

رئیس القلم حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی عم فیوضہ

حسب ہدایت

حضرت مولانا محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند

دفتر دار العلوم سے شائع کی گئی

"اوراقِ مسودہ کا پشتارہ باندھ کر جہاز پر چڑھا"

جہاز پر کن احساسات کے ساتھ سوار ہوئے، اور جدہ پہنچے، پڑھئے اور سر دھنئے، ارقام فرمایا گیا ہے

"اور محض بامدادِ خداوندی، باوجود گمراہی، اور نامہ سیاہی کے جس کی وجہ سے اپنی رسائی تو درکنار ہمراہیوں کی گم گشتگی کا بھی اندیشہ تھا، دریا پار ہو کر جدّہ پہنچا" صلہ

یہ ہے، عبدیت اور بندگی کی وہ شان، کہ سب کچھ مل رہا ہے، لیکن بندے کی نظر اپنی بندگی سے ایک لمحہ کیلئے نہیں ہٹتی، جدہ پہنچنے کے بعد آگے بیت اللہ الحرام کی طرف روانگی کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ ارقام فرمایا گیا ہے، وہ بھی سننے کے قابل ہے، ارشاد ہوا ہے۔

"اور وہاں سے (یعنی بندرگاہ جدّہ سے) بسواری شتر دو روز میں دونوں قبلوںؐ کی زیارت سے مشرف ہوا"

حالانکہ مکہ معظمہ میں ایک ہی قبلہ ہے، لیکن بجائے اس ایک قبلہ کے آپ دیکھ رہے ہیں۔ حلقہ دیوبند کے سیدنا الامام الکبیر فرماتے ہیں

"دو قبلوں کی زیارت سے مشرف ہوا"

پہلے قبلہ کی تشریح ان الفاظ میں فرمانے کے بعد یعنی

"بیت اللہ زادھا اللہ شرفاً وعزۃً الی یوم القیمۃ کا طواف میسر آیا"

اسی مکہ معظمہ بلد اللہ الامین میں اپنے دوسرے قبلہؐ کی نشاندہی جن الفاظ میں فرمائی گئی ہے

ؐ مسلمانوں میں "قبلہ و کعبہ" کے الفاظ یوں تو بزرگوں و والدین وغیرہ کے متعلق عام طور پر مستعمل ہیں۔ بظاہر علماء کی طرف سے جہاں تک میں جانتا ہوں اس پر داروگیر عموماً نہیں کی گئی۔ یوں بھی جس کی طرف رخ کیا جائے حقیقتاً اس کو قبلہ کہتے ہیں۔ پھر حق سبحانہ وتعالیٰ کو اپنا مطلوب و مقصود بنا کر عموماً شیخ طریقت کی طرف رخ کیا جاتا ہے، جیسے کعبہ کی طرف بھی رخ حق تعالیٰ ہی کی عبادت کے لئے آدمی کرتا ہے۔ وجہ تشبیہ ظاہر ہے، نیز صحاح کی اس حدیث کی رو سے جس میں ہے کہ کعبہ کی طرف ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (باقی اگلے صفحہ پر)

ہیں ان کو نقل کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن حیران ہوں کہ ان مسکینوں، دین اور عقل کے مسکینوں کی شکم پروری کا ذریعہ کیا باقی رہے گا۔ جو کوچہ و بازار میں اکابر دیوبند پر توہب کی تہمت تراشیوں سے ناواقف مسلمانوں کی جیبیں تراش رہے ہیں۔

اور بیداری کا پیغام ان چھوٹوں کے لئے بھی ہے، جن کے چھوٹے حوصلوں، اور تنگ سینوں میں اپنے بڑوں کے احترام و عقیدت کی گنجائش باقی نہیں رہی ہے، وہی جو کچھ نہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو سب کچھ باور کئے بیٹھے ہیں، لیکن دیکھیئے اس پوری کتاب میں جس کی بڑائیوں کا نظارہ مسلسل آپ کے سامنے گذرتا رہا ہے، اپنے بڑوں کے آگے وہ کتنا چھوٹا بن جاتا تھا، سنئے، دوسرا قبلہ جس کی زیارت سے شرف اندوز ہونے کا موقعہ مکہ معظمہ پہنچکر میسر آیا، ان ہی کے الفاظ میں سنئے، فرماتے ہیں۔

"یعنی بزیارت مطلع انوار سبحانی، منبع اسرار صمدانی، مورد افضال ذی الجلال و الاکرام، مخدوم و مطاع خاص و عام، سرحلقۂ مخلصان، سراپا اخلاص، سرلشکر صدیقان باختصاص، رونق شریعت، زیب طریقت، ذریعۂ نجات، وسیلۂ سعادات، دستاویز مغفرت نیاز مندان، بہانۂ واگذاشت مستمندان، ہادی گمراہان، مقتدائے دین پناہان، زبدۂ زمان، عمدۂ دوران سیدنا و مرشدنا

(بسلسلۂ صفحہ گذشتہ) اشارہ کرکے فرمایا کہ خدا کے نزدیک تو سب سے زیادہ محترم ہے۔ لیکن ایک مومن کا احترام تجھ سے بھی زیادہ ہے۔ اس حدیث کی بنیاد پر بھی سیدنا الامام الکبیر کی تعبیر میں خلجان کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کرامات امدادیہ میں حضرت تھانوی نے نقل کیا ہے کہ مکہ معظمہ کے شریف کا کوئی مصاحب تھا جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دل میں کچھ کدورت رکھتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ نمامی کر کے نقصان نہ پہنچائے۔ ایک دن وہی حاجی صاحب کی مجلس مبارک میں حاضر ہوا تو اس سے کہنے لگے، کہ خالق کے سوا کسی مخلوق سے میں نہیں ڈرتا، اور فرمایا کہ "زیادہ سے زیادہ مکہ معظمہ سے مجھے کوئی جلاوطن کرا سکتا ہے، مگر یاد رکھو کہ جہاں بیٹھ جاؤں گا میرا وہی مکہ اور وہی مدینہ ہے" اس کے بعد کعبہ کی حقیقت بیان کر کے یہ بھی ارشاد ہوا کہ البتہ جو لوگ جامع ہیں وہ حقیقت کے ساتھ صورت کی بھی رعایت کرتے ہیں اور ظاہری مکہ و مدینہ کو بھی نہیں چھوڑتے" صفحہ ۲، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کے ذیل میں لکھا ہے کہ کوئی شخص مکہ و مدینہ میں رہے لیکن اصلاح باطن نہ کرے تو اس کا وہاں رہنا ہیچ ہے ۱۲

مولٰنا الحاج امداد اللہ لا زال کاسمہ امداد أمن اللہ المسلمین و اہل اللہ ۔"

دیکھا آپ نے؟ دوسرا قبلہ مکہ معظمہ میں آپ کا کون تھا، اپنے بزرگوں کے احترام و عقیدت کا اس سے زیادہ بہتر نمونہ اور کیا پیش کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو "ہدیۃ الشیعہ" کا وہ ضمیمہ سنایا گیا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجسدہ زندہ رہنے کے دعوے کو مدلل کیا گیا تھا، یہ ارقام فرمانے کے بعد

"جب زبان فیض ترجمان (حاجی صاحب) سے آفرین و تحسین سن لی، تو اصل مضامین کی حقیقت تو اپنے نزدیک محقق ہو گئی۔" ص۵

آگے حضرت حاجی صاحب کے اس حکم اور مشورہ کو نقل کیا گیا ہے کہ

"تقریر اثبات حیات، سید الموجودات، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیۃ الشیعہ سے جدا کر کے جدا نام رکھ دیجئے۔"

اسی حکم کی تعمیل میں ارادہ کیا گیا کہ مستقل کتاب کی شکل میں اس خاص مسئلہ کے مباحث کو مرتب کر دیا جائے، اور حج کے اسی سفر میں جیسا کہ ارقام فرمایا گیا ہے کہ

"دل میں یہ ٹھان کر قلم اٹھایا، اور ٹھہرائی کہ شروع تو خدا کے گھر سے کیجئے اور بن پڑے تو بوسہ گاہ عالم، در سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام کو پہنچا دیجئے۔ تاکہ ابتداء اور انتہا دونوں مبارک ہوں، ورنہ جس قدر بن پڑے غنیمت ہے کیونکہ اس وسیلہ سے اس ظلوم و جہول کو امید صحت اور ظن حسن قبول ہے۔" ص۶

متوسط تقطیع پر حضرت والا کی یہ کتاب "آب حیات" (۲۵۸) صفحات پر ختم ہوئی ہے، نہیں کہا جا سکتا کہ کتاب کی ابتداء اور انتہا کے متعلق یہ ارادہ جو طے کیا گیا تھا، کام اسی ارادہ کے مطابق پورا ہوا یا نہیں، امید تو یہی ہے کہ "خدا کے گھر" میں جو نیت کی گئی تھی، خدا نے اس نیت کو پورا ہی کیا ہوگا، آخری فقرے جس پر کتاب کا یہ دیباچہ ختم ہوا ہے وہ یہ ہیں

دوسری ضرورتوں کی فراہمی کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی، حضرت نانوتوی رحمہ کی طرف سے معاذیر جو واقعی معاذیر تھے، پیش ہوتے رہے۔ لیکن دوسری طرف سے اصرار بڑھتا ہی چلا گیا، رات کا بڑا حصہ اسی رد وکد میں ختم ہوا، اور اسی فیصلہ پر ختم ہوا کہ سامان ہو یا نہ ہو، لیکن، بہرحال رفاقت کی جائیگی، کچھ ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت گنگوہی رحمہ نے بمبئی تک کے مصارف کی ذمہ داری اپنے اوپر لی تھی، آگے کیا ہوگا، اس مسئلہ کو اسی کے سپرد کردیا گیا، جس نے حضرت گنگوہی رحمہ کے قلب منور میں رفاقت کے اس خیال کو ڈالا تھا،

"ساتھ لے ہی لیا"

مصنف امام کے اس تین تین کی شاید یہی شرح ہے، جو بزرگوں سے مجھ تک پہنچی ہے، ساتھ لینے والوں نے پھر راستہ بھر کیا کیا دیکھا، اور قادر ومقتدر کی اقتداری نیرنگیاں کن کن شکلوں میں سامنے آئیں، ان کا ذکر تو آگے آرہا ہے، اس وقت تو

"میں آپ آیا نہیں لایا گیا ہوں"

کا جو خیال سیدنا الامام الکبیر کے اس آخری وداعی حج کے متعلق میرے دل میں آیا ہے اور یہی آپ کے اس تیسرے حج کی سب سے بڑی خصوصیت کم از کم مجھے جو نظر آئی ہے۔ منجملہ دوسرے اسباب و وجوہ کے اس خیال کا جو واضح منشار بن سکتا ہے آپ بھی اسے دیکھ رہے ہیں، اور یہی کیا اس تیسرے حج وزیارت کی سعادت جس سال آپکو حاصل ہوئی یاد ہوگا، یہ وہی سال تھا جس میں خداشناسی کے دوسرے میلے سے سیدنا شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں

"بحمد اللہ نصرت اسلام کا پھریرا اڑاتے ہوئے، حضرت مولانا المعظم (سیدنا الامام الکبیر) واپس تشریف لائے۔" ص۲ دیباچہ حجۃ الاسلام طبع جدید علیگڈھ

میں نے عرض کیا تھا کہ مارچ ۱۸۷۷ء میں آپ خداشناسی کے دوسرے میلہ سے واپس ہوئے، اور اسی سال کے اواخر ماہ ستمبر یا اوائل ماہ اکتوبر میں دیکھا جا رہا ہے کہ بے سان وگمان، بغیر کسی سابقہ تیاری کے لیجانے والے اپنے ساتھ حضرت والا کو اللہ کے گھر، اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آستانے کی طرف لئے چلے جا رہے ہیں، ادھر تو یہ لوگ لئے چلے جا رہے ہیں، اور اب میں کیا بتاؤں، افشا کرنیوالے راز کا جب افشا کر ہی چکے ہیں،

قید تحریر ہی میں نہیں، بلکہ چھپ چھپا کر مدت ہوئی عام طور پر شائع و ذائع بھی ہو چکا ہے، تو اسے میں کیوں چھپاؤں، اللہ اللہ آج سے تقریباً آٹھ سال پہلے اپنے دوسرے حج کے موقعہ پر بجائے ایک قبلہ کے مکہ معظمہ میں دوسرے قبلہ کو جو ڈھونڈھ رہا تھا، اور پانے کے بعد خدا کا شکر ان الفاظ میں ادا کرتا ہو کہ مکہ ہی میں

"دونوں قبلوں کی زیارت سے مشرف ہوا"

کیسی عجیب بات ہے کہ اس تیسرے حج میں دیکھا گیا، اپنے ڈھونڈھنے والے کو وہی تلاش کر رہا ہے جو دوسرے حج کے موقعہ پر اس کا دوسرا قبلہ بنا ہوا تھا، صاف لفظوں میں سنئے حضرت تھانویؒ کی ایک مشہور کتاب "کرامات امدادیہ" بھی ہے، اسی میں انہوں نے الہ آباد کے مشہور عالم و صوفی مولانا محمد حسین الہ آبادی جنکی وفات ہی بحالت وجد و حال اجمیر شریف میں ہوئی، ان ہی کے حوالے سے یہ روایت درج کی ہے کہ مولانا الہ آبادی کے ایک دوست مولوی افضال الحق نامی تھے، لکھا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کے غلاموں میں تھے۔ یہی مولوی افضال الحق بیان کرتے تھے کہ مکہ معظمہ میں

"جن دنوں میں حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھا"

یہی زمانہ تھا، جس میں اس تیسرے و داعی حج کیلئے لیجانیوالے سیدنا الامام الکبیر کو اپنے ساتھ لئے ہوئے حجاز کا سفر کر رہے تھے، مولوی افضال الحق صاحب کا بیان ہے کہ اسی عرصہ میں ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ

اشراق کی نماز کے بعد مراقبے سے آپ نے (یعنی حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ نے) سر اٹھایا اور فرمایا"

جو کچھ ارشاد فرمایا، اسے سنئے، خود حاجی صاحب مکہ معظمہ میں ہیں، اور ارشاد فرما رہے ہیں کہ

"عجیب نہیں کل مولوی محمد قاسم وغیرہ یہاں آ جائیں"

جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا، حجاج کا یہ ہندی قافلہ تقریباً ایک سو سے زائد علماء پر مشتمل تھا، خود حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہی اس میں شریک بلکہ گویا میر قافلہ تھے لیکن بجز اس کے جسے لانیوالے اپنے ساتھ لئے آ رہے تھے، آنیوالوں میں سے نام کسی کا نہیں لیا جا رہا ہے، صرف "وغیرہ" کے لفظ سے ان کی طرف اشارہ اس موقعہ پر کافی سمجھا گیا، اور بات اسی پر ختم نہیں ہوگئی، مولوی افضال الحق صاحب حضرت حاجی صاحب سے اس خبر کو سنکر جیسا کہ چاہیئے تھا عرض کیا کہ

"کیا کوئی خط آیا ہے؟"